باب: 3

مَكِيٌّ مَدَنِيٌّ

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ

{بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا ہے، وہ مکہ میں ہے

برکت والا اور سارے جہاں کے لیے مرکز ہدایت ہے، (03:96)}

کعبہ شریف کی تعمیر کے بارے میں روایت ہے کہ اسے پہلی بار فرشتوں نے تعمیر کیا۔ اور دوسری بار حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی۔ جس سے یہ بات بھی تعبیر کی جاسکتی ہے کہ آدم علیہ السلام جنت سے غالباً براہ راست مکہ کے مقام پر اتارے گئے ہوں۔ تاہم یہ بات تو مصدقہ ہے کہ کعبۃ اللہ شریف کی تعمیر حضرت ابراھیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کے ہاتھوں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو مکہ مکرمہ کے بنجر علاقے میں بیت اللہ کے قریب چھوڑ دیا تھا۔ جب کھانے پینے کے لئے کچھ نہ رہا تو حضرت ہاجرہ بے چین ہو کر قریب کی صفا اور مروہ پہاڑیوں پر پانی کی تلاش میں دوڑیں۔ چنانچہ اللہ تعالی نے ان کے لیے وہاں پانی کا مستقل چشمہ زمزم جاری فرمادیا جو آج تک جاری ہے۔ امام طبرانی کی المعجم الکبیر میں روایت شدہ حدیث کے مطابق زمین پر جو بہترین پانی ہے وہ آب زم زم ہے۔ یہ خوراک بھی ہے اور بیماریوں سے شفا بھی۔

کچھ مدت کے بعد ایک قبیلے، بنو جرہم کا ادھر سے گزر ہوا۔ پانی کی سہولت دیکھ کر انہوں نے حضرت ہاجرہ سے قیام کی اجازت چاہی، حضرت ہاجرہ نے وہاں قیام کرنے کی اجازت دے دی۔ اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ یہ مقام آباد ہوتا گیا۔

بیت اللہ کی تعمیر سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ لوگوں میں "حج" کا اعلان کر دو۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے حج کا اعلان کیا، اور اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان نہ صرف اس وقت کے زندہ لوگوں تک پہونچا دیا بلکہ عالم ارواح میں تمام روحوں نے بھی یہ آواز سنی۔ جس شخص کی قسمت میں بیت اللہ کی زیارت لکھی تھی اس نے اس اعلان کے جواب میں لبیک کہا۔ حج کا یہ سلسلہ آج تک ہر سال جاری ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد اسی علاقے میں مستقل طور پر آباد ہو گئی۔ بعد میں اسی نسبی سلسلے سے قبیلہ قریش اور ہاشمی خاندان وجود میں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی نگرانی اسی خاندان کو سونپی۔ اور بالآخر اسی مقدس شہر "مکہ" میں اور اسی متمول، معزز اور معتبر خاندان میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

یاد رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھایا گیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کر رہے ہیں۔ نبی کا خواب سچا ہوا کرتا ہے، چنانچہ وہ اللہ کے اس حکم کی تکمیل کے لئے فوراً فلسطین سے مکہ پہنچے۔ جب انھوں نے اپنے خواب کا ذکر اسماعیل علیہ السلام سے کیا تو ان کا جواب تھا: "ابا جان! جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے، اسے کر ڈالئے۔ انشاء اللہ آپ مجھے استقلال کرنے والوں میں پائیں گے"۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تاریخ انسانی کا وہ عظیم الشان کارنامہ انجام دیا جس کا مشاہدہ نہ اس سے پہلے کبھی زمین و آسمان نے کیا، اور نہ اس کے بعد کریں گے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس امتحان سے نکال لیا.

اسی طرح کا ایک واقعہ آنحضرتؐ کے والد حضرت عبداللہ کے ساتھ بھی پیش آیا۔ ہوا یوں تھا کہ حضرت عبدالمطلب نے زمزم کے کھودنے کے وقت جب قریش کی جانب سے رکاوٹیں دیکھیں تو منت مانی کہ اگر انہیں دس لڑکے ہوں گے اور وہ سن بلوغ کو پہنچ کر قریش کے مقابلے میں ان کی حفاظت کریں گے تو ان میں سے ایک لڑکے کو کعبۃ اللہ کے پاس اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ذبح کر دیں گے۔ جب انہیں پورے دس لڑکے ہوئے تو ان سب کو جمع کیا اور اپنی نذر کی انہیں خبر دی۔ ذبح ہونے والے لڑکے کے تعین کے لیے قرعہ ڈالا گیا اور نتیجے میں حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ اس کے بعد بہ طور دیت، حضرت عبداللہ اور دس اونٹوں کے درمیان کئی بار قرعہ نکالا گیا، یہاں تک کہ اللہ راضی ہو گیا۔ یوں جملہ سو(100) اونٹ بہ طور فدیہ ذبح کیے گئے۔ چنانچہ نبی مکرمؐ نے فرمایا "میں دو 'ذبیحۃ' کی اولاد ہوں، ایک میرے جد، اسماعیلؑ اور دوسرے میرے والد عبداللہ"۔

آنحضرتؐ کی حیاتِ طیبہ کا وہ دور جو پیدائش سے لے کر آغازِ وحی تک ہے اُس کے بارے میں مصدقہ معلومات بہت کم ہیں۔ البتہ کہا جاتا ہے کہ اگر قرآن مجید کی درجہ ذیل تین آیات کی طرف رجوع کیا جائے تو اس کی روشنی میں اس ضمن میں بہ طور تفسیر کچھ کہا جا سکتا ہے۔

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ - وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ - وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ -

{کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا؟ پھر ٹھکانا دیا۔

اور اس نے آپ کو (شریعت) سے بے خبر پایا، تو اس کا راستہ دکھایا۔

اور اس نے آپ کو تنگدست پایا، تو غنی کر دیا (93:06,07,08)}

آنحضورؐ جب اس دنیا میں تشریف لائے تو آپؐ کی ولادتِ سے پہلے ہی والد ماجد عبداللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ چھ سال تک والدہ ماجدہ کے سایۂ عاطفت میں پرورش پانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن کا سایہ بھی آپؐ سے اٹھا لیا۔ چنانچہ آپؐ اپنے دادا عبدالمطلب کے زیر کفالت اور زیر تربیت آئے۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک آپؐ اپنے ایک چچا زبیر بن عبدالمطلب کے زیر نگرانی رہے۔ اور اس کے بعد دوسرے چچا ابو طالب کے زیر سرپرستی آپؐ نے اپنی زندگی کی ابتدائی منزلیں طے کیں۔

آپؐ نے اپنے ابتدائی دور میں چرواہے کا کام سرانجام دیا، جو تقریباً تمام انبیاء و رسل کا ایک مشترک وصف رہا ہے۔ اس بارے میں ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ "ارشاد نبویؐ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اور میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط میں چرایا کرتا تھا"۔ (حوالہ بخاری شریف، حدیث 2120)۔

پھر آنحضرتؐ نے اپنے چچا حضرت ابو طالب کے ساتھ تجارت میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ اس کاروبار میں لوگوں نے آپؐ کے اخلاق اور آپؐ کی سیرت و کردار کا لوہا تسلیم کیا۔ آپؐ کے حسنِ معاملہ اور دیانت و امانت کی وجہ سے آپؐ کو معاشرے نے "الصادق" اور "الامین" کا خطاب دیا۔ کاروبار ہی کے ضمن میں آپؐ کا تعلق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بنا جو عرب کی ایک متمول ترین خاتون تھیں۔ پھر مشیتِ الٰہی میں یہی طے تھا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی صورت بھی بن گئی۔ جس کے سبب اللہ نے آپؐ کو تنگدستی سے نکال کر غنی کر دیا۔ یاد رہے کہ جہاں تک قلبِ محمدیؐ کا تعلق ہے وہ تو ہمیشہ غنی ہی رہا۔

جب آپؐ کی عمر شریف چالیس (40) برس کے لگ بھگ ہوئی تو آپؐ کو خلوت کی زندگی محبوب ہو گئی اور آپؐ غارِ حرا میں تنہائی اختیار فرمانے لگے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غار حرا میں آپؐ عبادت کرتے تھے، جو کہ غور و فکر اور کتابِ فطرت کے مطالعہ پر مشتمل تھی۔ چوں کہ غارِ حرا کی خلوتوں میں آپؐ حقیقت کے دروازوں پر دستک دے رہے تھے، پس آپؐ کے لیے دروازے کھول دیے گئے اور کئی پردے اٹھا دیے گئے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے خصوصی ایلچی حضرت جبرئیل امینؑ سے ملاقات ہو گئی۔ اور پھر "سورۃ العلق" کی ابتدائی پانچ آیات سے محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا آغاز ہوا اور "سورۃ المدثر" کی ابتدائی آیات سے آپؐ کی رسالت شروع ہوئی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مکّی زندگی بہ طور "رسول اللہ" چار بڑے ادوار سے گذری:

- پہلا دور، آغازِ وحی سے لے کر اعلانِ نبوت تک، تقریباً 3 سال۔ اس میں دعوت حق خفیہ طور سے خاص خاص آدمیوں کو دی گئی اور عام اہلِ مکّہ اس بات سے لاعلم رہے۔
- دوسرا دور، اعلانِ نبوت سے لے کر ظلم و ستم اور فتنے کے آغاز تک، تقریباً 2 سال۔ اس میں پہلے مخالفت شروع ہوئی، پھر اس نے مزاحمت کی شکل اختیار کر لی۔
- تیسرا دور، اس میں مخالفت انتہائی شدت اختیار کرتی چلی گئی، تقریباً 5 سال۔ اس عرصے میں بہت سے مسلمان کفارِ مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان اور باقی ماندہ مسلمانوں کا معاشی و معاشرتی بائیکاٹ بھی کیا گیا۔
- چوتھا دور، تقریباً 3 سال۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے لیے انتہائی سختی و مصیبت کا زمانہ تھا۔ مکّہ میں آپؐ کے لیے زندگی دوبھر کر دی گئی تھی۔ طائف گئے تو وہاں بھی پناہ نہ ملی۔ اہلِ مکّہ بار بار یہ مشورے کرتے رہے کہ آپؐ کو قتل کر دیا جائے یا قید کر دیں یا بستی سے نکال دیں۔ آخر کار اسی عرصے میں اللہ کے فضل سے مدینہ میں انصار کے دل اسلام کے لیے کھل گئے۔ چناں چہ ان کی دعوت اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر آنحضرتؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

53 سال تک مکہ میں زندگی گزارنے کے بعد رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی جانب ہجرت کی اور 24 ستمبر سنہ 622 عیسوی کو حضرت صدیق اکبرؓ کی معیت میں مدینہ پہنچے۔ انصار نے مدینہ سے

تین میل دور "قبا" کے مقام پر آپؐ کا استقبال کیا۔ان کے ساتھ اکثر صحابہ کرام بھی تھے جو یہاں پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ یہاں قیام کے دوران آپؐ نے اسلامی تاریخ کی پہلی مسجد کی بنیاد ڈالی جس کے لیے قرآن فرماتا ہے:

لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ

{وہ مسجد (مسجد قبا) کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ تم اس میں کھڑے رہو (09:108)}

قبا سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو تمام راستے لوگ استقبال میں دورویہ کھڑے رہے۔ مدینہ میں آپؐ نے قیام کا فیصلہ اپنی اونٹنی پر چھوڑ دیا تاکہ اس میں مکمل اللہ تعالیٰ کی منشا شامل رہے۔ چناں چہ موجودہ مسجد نبویؐ کی جگہ کا تعین بحکم الٰہی ہوا۔ مدنی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا اہم کام مسجد نبویؐ کی تعمیر ہے۔ مسجد نبویؐ جس جگہ بنی ہوئی ہے، یہ جگہ دراصل مدینہ کے دو یتیموں کی تھی۔ جب ان دو یتیموں کو مسجد کی تعمیر کی اطلاع ہوئی تو ان دونوں نے یہ جگہ ہدیہ کے طور پر دینا چاہی، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خواہش کے باوجود اُسے ہدیۃً لینا پسند نہیں کیا، بلکہ اس کی پوری قیمت عطا فرمائی۔

مدنی زندگی میں رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً قبیلہ اوس و خزرج کے درمیان رشتۂ مواخات یعنی بھائی بھائی کے رشتے قائم کیے جو کہ بعد میں انصار یعنی "مددگار" کہلائے۔اور پھر انصار اور مکہ کے مہاجرین کے درمیان بھی رشتۂ مواخات قائم کیا۔ جس سے فوراً مہاجرین کو مدنی معاشرے میں ایک باحیثیت مقام و مرتبہ مل گیا۔اس حکمت عملی سے دوسرا فوری فائدہ یہ حاصل ہوا کہ اس سے مسلمانوں کے مابین محبت و بھائی چارگی اور ہمدردی و غم خواری کی شاندار فضا قائم ہوگئی۔اس کے ساتھ ہی غریبوں، مظلوموں، مسافروں اور بے گھروں کو مدد بہم پہنچانے کے لیے مسلمانوں کی ذہنی و عملی تربیت بھی ہوگئی۔

آنحضرتؐ نے مدینہ کے یہودی قبائل خاص طور سے بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع کے درمیان "میثاق مدینہ" کے نام سے تاریخ انسانی کا سب سے پہلا منظم بین القبائلی معاہدہ بھی کیا، جس سے آپؐ کو اسلام کی دعوت دینے اور سماج کو بہتر سے بہتر طور پر تشکیل دینے کا بھرپور موقع مل گیا۔

ان ابتدائی اہم کاموں کے بعد نبی مکرمؐ نے نہ صرف اسلامی شریعت کی تبلیغ فرمائی بلکہ دنیا کو ایک مکمل نظام حیات دیا۔ پھر اسے صرف دس سال کے عرصے میں عملاً نافذ کرکے بھی دکھا دیا۔اس مختصر عرصے میں سیاسی طور پر مدینہ کو ایک "مثالی اسٹیٹ" میں تبدیل کرکے رکھ دیا۔ آپؐ نے انصاف کا ایک بھرپور نظام دیا۔ اگرچہ کہ آپؐ نے اسلام کو تلوار کے زور پر دنیا میں پھیلانے کی نہ کبھی کوئی خواہش رکھی اور نہ پھیلایا، لیکن ساتھ ہی اپنے میں وہ طاقت پیدا کرنے پر بھی زور دیا تاکہ اس کے دشمنوں کے ساتھ بھرپور مزاحمت بھی کی

جاسکے۔اس کے لیے اپنے صحابہ کرامؓ کی ایسی تربیت فرمائی کہ آپؐ کے بعد بھی اس مشن کو آگے بڑھانے میں کوئی رکاوٹ نہ پیش آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورۃ سے اپنی خاص محبت کا اظہار فرمایا کرتے۔اس ضمن میں بخاری شریف میں کئی احادیث ملتی ہیں:

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ مدینہ یہاں سے وہاں تک حرم (حرمت والا) ہے۔اس کا درخت نہ کاٹا جائے اور نہ اس میں کوئی بدعت کی جائے۔جس نے اس میں کوئی بدعت کی اس پر اللہ، فرشتوں، اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔(حدیث 1749)

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ "مجھے ایسے شہر جانے کا حکم دیا گیا ہے جو دوسرے شہروں کو کھا جائے گا (فتح کرلے گا)۔منافق لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں۔لیکن اس کا نام مدینہ ہے اور یہ برے لوگوں کو ایسے دور کردے گا جیسے بھٹی لوہے کے میل کو دور کرتی ہے"۔(حدیث 1753)

حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ نبی مکرمؐ کا ارشاد ہے کہ "جو شخص بھی اہل مدینہ سے فریب کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے"۔(حدیث 1759)

حضرت ابراھیم بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ہے کہ "مدینہ میں مسیح دجال اور طاعون کا خوف نہ ہوگا۔اس زمانے میں مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے حفاظت پر مامور ہوں گے"۔(حدیث 1761، 1762)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا کہ "اے اللہ! جس طرح تو نے مکہ میں برکت رکھی ہے، مدینہ میں بھی اس سے دوچند عطا فرما"۔(حدیث 1767)

حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ جب سفر سے واپس ہوتے تو شہر مدینہ کے آثار دیکھتے ہی اپنی سواری کو تیز چلانے لگتے یا کسی جانور پر ہوتے تو اس کو مدینہ کی محبت کے سبب اور ایڑ لگاتے۔(حدیث 1768)

حضرتہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور بلالؓ کو مدینہ ہجرت کرنے کے بعد بخار آگیا اور وہ مکہ کو یاد کرنے لگے۔نبی اکرمؐ یہ سن کر دعا فرمائی کہ "ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت عطا کر۔جس طرح ہمیں مکہ سے محبت ہے مدینہ سے بھی عطا کر۔اے اللہ! تو ہمارے صاع اور مد (غلہ کے پیمانے) میں برکت عطا فرما اور یہاں کی آب و ہوا ہمارے لیے مناسب کردے"۔۔(حدیث 1771)

حضرت ساعدیؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ جنگ تبوک سے آنحضرتؐ کے ساتھ واپس آرہے تھے۔جب مدینہ دکھائی دینے لگا تو آپؐ نے فرمایا یہ "طابہ" ہے۔جب جبل اُحد پر نظر پڑی تو فرمایا، "یہ پہاڑ ہم سے بہت محبت کرتا ہے، اور ہم اس سے بہت محبت کرتے ہیں"۔(حدیث 4097)

یہ بات واضح ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورۃ دونوں ہی مقدس شہر ہیں۔ تاہم مولف کی نظر میں مکہ مکرمہ کا مقام اللہ تعالیٰ کی طرف لو لگانے اور اس کی عبادت سے مخصوص ہے۔ کیوں کہ خود اللہ فرماتا ہے "بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا ہے، وہ مکہ میں ہے"۔ جب کہ مدینہ منورۃ، ہمارے محبوب پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی جگہ ہے، مگر نہایت ادب اور محبت سے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خصوصیت سے یہاں پر ادب کی طرف توجہ دلائی ہے۔ وہ سورۃ الحجرات کی دوسری آیت میں فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ
كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ -

{اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی مکرم سے اونچی نہ کرو، اور ان کے ساتھ اس طرح بلند آواز سے بات نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے کرتے ہو کہ ایسا نہ ہو کہ تمھارے سارے اعمال ہی غارت ہو جائیں اور تمھیں شعور تک نہ ہو}

سب جانتے ہیں کہ ایک عمومی تاثر یہ ہے کہ لوگ مکہ میں ایک جلال، اور مدینہ میں ایک جمالی کیفیت محسوس کرتے ہیں۔ چونکہ رحمت للعالمینؐ کی عنایت سے مؤلف کو مسجد نبویؐ کی حالیہ توسیعی کاموں میں سنہ 1986 سے 1992 عیسوی تک قریباً چھے (6) سال شہر مدینہ میں قیام کا موقع ملا۔ لٰہذا ذاتی تجربہ بھی یہی رہا کہ یہاں کا قیام چاہے مختصر ہی کیوں نہ ہو اس شہر کی اس جمالی کیفیت سے ایک "کیفیت دل نشیں" کا پیدا ہو جانا ناگزیر ہے، جس کے چھوٹنے کا مستقل احساس بقول شاعر کچھ یوں رہتا ہے:

ہم مدینے سے اللہ کیوں آ گئے، قلبِ حیراں کی تسکیں وہیں رہ گئی
دل وہیں رہ گیا، جاں وہیں رہ گئی، خم اُسی در پہ اپنی جبیں رہ گئی
یاد آتے ہیں ہم کو وہ شام و سحر، وہ سکونِ دل و جاں و روح و نظر
یہ انہیں کا کرم ہے انہیں کی عطا، ایک کیفیت دل نشیں رہ گئی
زندگانی وہیں کاش ہوتی بسر، کاش بہزاد آتے نہ ہم لوٹ کر
اور پوری ہوئی ہر تمنا مگر، یہ تمنائے قلبِ حزیں رہ گئی

----- Ö -----